بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات صحابۂ کرام واہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے متعلق

اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف

حسبِ ہدایت:

اَمیر الہند حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری دامت برکاتہم

اُستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند

مرتب:

محمد سلمان منصور پوری

مدرسہ شاہی مرادآباد

ناشر

المرکز العلمي للنشر والتحقیق

لال باغ مرادآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم، أما بعد!

جس طریقے پر عام احکام ومسائل میں ائمہ متبوعین کی تقلید کی جاتی ہے، جیسا کہ برصغیر ہندو پاک میں مسلمانوں کی اکثریت امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتی ہے، اور ہم اُن کے علم وفقہ پر اعتماد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بندگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِطاعت بجالاتے ہیں۔ اِسی طرح عقائد کے معاملے میں بھی اکابر علماء وائمہ اہل السنۃ والجماعۃ کی اتباع ضروری ہے؛ کیوں کہ اہل حق کی یہی جماعت حدیث کے مطابق ''فرقۂ ناجیہ'' کی مصداق ہے، اور اُس کو ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کا لقب اِس لئے دیا گیا ہے؛ کیوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اَحادیثِ شریفہ کے ساتھ ساتھ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اَقوال وآثار پر مضبوطی سے قائم ہے۔ (مستفاد: تفسیر ابن کثیر مکمل/تفسیر آیت: ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ﴾ [آل عمران: ١٠٦] ۲۵۶ دارالسلام ریاض)

واضح ہو کہ عقائد واحکام کے بارے میں متفقہ آراء کے مقابلے میں کسی کو الگ سے رائے زنی کا حق نہیں ہے؛ کیوں کہ اگر اِس کی اجازت دی جائے گی تو پورا دینی نظام خربطہ میں پڑ جائے گا، اور عقیدے اور عمل کے اعتبار سے اَنارکی پھیل جائے گی۔ اِس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اَکابر علماء وائمہ کرام پر اعتماد کرتے ہوئے اِجماعی عقائد پر ثابت قدم رہے، اور اُن سے سرمو انحراف نہ کرے۔

بریں بنا ضرورت محسوس کرتے ہوئے ذیل میں حضرات صحابہ کرام واہل بیت رضی اللہ عنہم کے متعلق اکابر علماء اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ موقف اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے، جس کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہئے۔ ملاحظہ فرمائیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

(۱) جس شخص نے بحالت ایمان نبی اکرم علیہ السلام کی زیارت کی، یا آپ کی صحبت میں اُسے رہنے کی سعادت حاصل ہوئی اور پھر وہ تا حیات اِیمان پر قائم رہا، اُسے ''صحابی'' کہا جاتا ہے۔

والأصح ما قيل في تعريف الصحابي رضي الله عنه أنه: ''من لقي النبي صلى الله عليه وسلم في حياته مسلمًا ومات على إسلامه''. (مقدمة: الإصابة في تمييز الصحابة ٨ دار الكتب العلمية بيروت، نبراس ٣٢٨) (اور صحابی کی تعریف میں سب سے صحیح بات یہ ہے کہ جس شخص نے اسلام کی حالت میں پیغمبر علیہ السلام کی زیارت کی ہو اور پھر اِسلام ہی پر اُس کی وفات ہوئی ہو (وہ صحابی ہے)

(۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام اِنسانوں میں سب سے افضل ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خَيْرُ أُمَّتِي اَلْقَرْنُ الَّذِيْ بُعِثْتُ فِيْهِمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ. (صحيح مسلم رقم: ٢١٥١-٢٥٣٥، سنن أبي داؤد رقم: ٤٦٥٧ وغيره) (میری اُمت کے سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو میری بعثت کے زمانے میں موجود تھے۔ (یعنی صحابہ) اُس کے بعد وہ لوگ ہیں جو اُن سے قریب ہیں (یعنی تابعین) پھر وہ ہیں جو اُن کے بعد ہیں۔ (یعنی تبع تابعین)

قد صح أن الصحابة أفضل من التابعين ومن الأمم السابقة لقوله تعالىٰ: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (نبراس ٣٠٠) (یہ بات صحیح طور پر ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین سے اور اُمم سابقہ کے اہل اِیمان سے افضل ہیں؛ اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے کہ: ''تم بہترین اُمت ہو جنہیں لوگوں کے نفع کے لئے بھیجا گیا''۔ (اِس آیت کا اولین مصداق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں)

(۳) بلا استثناء تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل، مؤمن کامل اور جنتی ہیں، اللہ اُن سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں، اُن سے محبت رکھنا اِیمان کی ایک اہم علامت ہے۔ اور اُن سے بغض رکھنا کفار ومنافقین کا طریقہ ہے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ [التوبة، جزء آیت: ۱۰۰] (اللہ ان سے راضی ہیں اور وہ اللہ سے راضی ہیں)

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَنَصَرُوْا اُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا، لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ [الانفال: ۷۴] (جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا، اور جنہوں نے مہاجرین کو پناہ دی اور اُن کی مدد کی، وہی سچے مؤمن ہیں، اُن کے لئے مغفرت ہے اور عزت والی روزی ہے)

﴿وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ [الحديد، جزء آیت: ۱۰] (اور سب (صحابہ) سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے)

﴿يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [التحريم: ۸] (اللہ تعالیٰ قیامت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں فرمائیں گے، اُن کا نور اُن کے سامنے اور دائیں دوڑ رہا ہوگا، اور وہ یہ کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارا نور ہمارے لئے کامل کر دیجئے اور ہمیں بخش دیجئے، بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں)

والصحابة كلهم عدول مطلقًا لظواهر الكتاب والسنة وإجماع من يعتد به. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ۵۱۷/۵، مقدمة التحقيق: الإصابة في تمييز الصحابة ۱۷ دار الكتب العلمية بيروت) (اور کتاب وسنت اور اِجماعِ اُمت کی ظاہری دلیلوں کی بنیاد پر سب کے سب صحابہ مطلقاً معتبر اور عادل ہیں)

وليس في الصحابة من يكذب وغير ثقةٍ. (عمدة القاري ۱۰۵/۲) (صحابہ میں سے کوئی شخص بھی نہ تو جھوٹا ہے اور نہ غیر معتبر ہے)

(۴) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (بشمول سیدنا حضرت امیر معاویہؓ) معیارِ حق اور ہر قسم کی تنقید سے بالاتر ہیں، اُن کے درمیان جو اختلافات پیش آئے، وہ اجتہاد پر مبنی تھے، ذاتی اغراض پر

مبنی نہ تھے؛ لہٰذا اگر اُن میں سے کسی سے اجتہادی خطا ہوئی ہو تو بعد میں اُن پر کسی کے لئے طعن و تشنیع کی گنجائش نہیں ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

لاَ تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلاَ نَصِيْفَهٗ. (صحيح البخاري رقم: ٣٦٧٣، صحيح مسلم رقم: ٢٥٤٠، سنن أبي داؤد رقم: ٤٦٥٨)

(میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو؛ اِس لئے کہ تم میں سے کوئی شخص اگر احد پہاڑ کے برابر سونا بھی (اللہ کے راستے میں) خرچ کرے، تو وہ اُن صحابہ کے ایک مٹھی یا آدھا مٹھی کے (ثواب کے) برابر بھی نہ پہنچ پائے گا)

نیز پیغمبر علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا:

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ، لاَ تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِيْ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِيْ، وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ، وَمَنْ اٰذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ اللّٰهُ أَنْ يَأْخُذَهٗ. (سنن الترمذي / أبواب المناقب ٢/٢٢٥ رقم: ٣٨٦٢، صحيح ابن حبان رقم: ٧٢٥٦، وأخرجه أحمد رقم: ١٦٧٤٧-٢٠٤٢٨ بسند حسن / تحقيق: حمزه أحمد الزين، دار الحديث القاهرة) (یعنی میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، میرے بعد اُن کو نشانہ مت بنانا؛ کیوں کہ اُن سے جو بھی محبت کرتا ہے، وہ میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت کرتا ہے، اور اُن سے جو بغض رکھتا ہے وہ دراَصل مجھ سے بغض کی وجہ سے اُن سے بغض رکھتا ہے، اور جو اُنہیں اذیت پہنچائے اُس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اُس نے اللہ کو اَذیت دی، اور جو اللہ کو اَذیت دے گا تو عنقریب اللہ تعالیٰ اُس کی گرفت فرمائیں گے)

الصحابة كلهم عدول من لابس الفتن وغيرهم بإجماع من يُعتدّ به.

(تدريب الراوي في شرح تقريب النووي للسيوطي ٢/٦٧٥) (تمام صحابہ باجماعِ اُمت ثقہ اور عادل ہیں، خواہ وہ فتنوں میں مبتلا ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں)

اور خاص طور پر علماء اہل سنت نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان پیش آمدہ

واقعات کی بنیاد پر اُن میں سے کسی کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ اور بعد کے لوگوں کو اُن کے متعلق تبصرہ بازی سے بچنے کی تاکید کی ہے۔

مشہور شارحِ حدیث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وأما كف الألسنة عن الطعن فيهم فإن كلا منهم مجتهدٌ وإن كان علي رضي اللّٰه عنه مصيبًا فلا يجوز الطعن فيهما، والأسلم للمؤمنين أن لا يخوضوا في أمرهما. (مرقاة المفاتيح، كتاب الفتن / الفصل الثاني ۳۲/۱۰ تحت رقم: ۵۴۰۱) (اور رہ گئی بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں طعن و تشنیع سے زبان محفوظ رکھنے کی، تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سب مجتہد تھے؛ اگرچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے اجتہاد میں صائب تھے؛ لیکن دونوں (سیدنا حضرت علی اور سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما) کے بارے میں طعن و تشنیع جائز نہیں ہے، اور مؤمنین کے لئے سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ اُن دونوں کے معاملے میں نہ پڑیں)

اور عقائد کی مشہور کتاب ''شرح عقائد نسفی'' میں تحریر ہے:

فسبّهم والطعن فيهم إن كان ممن يخالف الأدلة القطعية فكفر، كقذف عائشة وإلا فبدعة وفسق، وبالجملة لم ينقل عن السلف المجتهدين والعلماء الصالحين جواز اللعن علىٰ معاوية. (شرح العقائد النسفية ۱۶۱-۱۶۲) (اور صحابہ کو برا بھلا کہنا اور طعن و تشنیع کرنا، پس اگر وہ قطعی دلائل کی مخالفت پر مبنی ہو تو وہ کفر ہے، جیسا کہ اُم المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا، ورنہ (اگر قطعی دلائل کے خلاف نہ ہو تب بھی) بدعت اور گناہ ہے۔ اور خلاصہ یہ کہ سلف مجتہدین اور علماء صالحین سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کی اِجازت منقول نہیں ہے)

اور مشہور مصنف وفقیہ علامہ ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومما يوجب أيضًا الإمساك عما شجر أي وقع بينهم من الاختلاف والإضطراب صفحًا عن إخبار المؤرخين، سيما جهلة الرافضة وضلال الشيعة والمبتدعين القادحين في أحد منهم، فقد قال صلى اللّٰه عليه وسلم: ''إِذَا ذُكِرَ

أَصْحَابِي فَأَمْسِكُوْا"۔ (الصواعق المحرقة للعلامة ابن حجر الهيثمي ٣٢٤) (اور من جملہ واجبات میں سے یہ ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان جو اختلافات اور اضطرابات پیش آئے، اُن کے بارے میں مؤرخین کی روایتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے کف لسان کیا جائے۔ خاص طور پر جاہل رافضی، گمراہ شیعہ اور صحابہ میں سے کسی کے بارے میں الزام تراشی کرنے والے بدعتی لوگوں کی روایتوں سے احتراز کیا جائے؛ کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ "جب میرے صحابہ کا (برائی سے) ذکر ہو تو تم رک جاؤ")

(۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بالاتفاق سب سے افضل مرتبہ خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اُس کے بعد خلیفہ ثانی امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، پھر خلیفہ ثالث امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، اور اُس کے بعد خلیفہ رابع امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا درجہ ہے۔

بعد اَزاں عشرۂ مبشرہ میں سے مابقیہ ۶/حضرات دیگر تمام صحابہ سے افضل ہیں، جن کے نام یہ ہیں: سیدنا حضرت طلحہ بن عبید اللہ، سیدنا حضرت زبیر بن العوام، سیدنا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاص، سیدنا حضرت سعید بن زید، اور سیدنا حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم......الخ۔ (شرح فقہ اکبر ۱۲۰)

اِمام اعظم حضرت اِمام اَبوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علامة أهل السنة أن تُفضّل الشيخين، وتحبَّ الختنين، وترى المسح على الخفين. (البحر الرائق / باب المسح على الخفين ١٧٣/١ كوئٹه) (اہل سنت کی علامت یہ ہے کہ آپ شیخین عظام (سیدنا حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کی فضیلت کے قائل ہوں، اور دونوں داماد وں (سیدنا حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما) سے محبت رکھیں، اور مسح علی الخفین کو جائز قرار دیں)

(۶) حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے طریقوں پر مضبوطی سے قائم رہنا اور اُن کی سنتوں پر عمل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

فَمَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرىٰ اِخْتِلاَفًا كَثِيْرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ. (سنن أبي داؤد ۲/۲۹۰) (جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا، تو تم میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر مضبوطی سے قائم رہنا)

(۷) خلیفہ خامس امیر المؤمنین سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دعویٔ خلافت سے دست برداری اور صلح کے بعد سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالاتفاق اِسلامی سلطنت کے برحق حکمراں قرار پائے، اور اُنہوں نے حسن وخوبی کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں انجام دیں، اور اُن کے دور میں اُمت میں اجتماعیت برقرار رہی، اور عظیم اِسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے:

أَوَّلُ هٰذَا الأَمْرِ نُبُوَّةٌ وَرَحْمَةٌ، ثُمَّ يَكُوْنُ خِلَافَةٌ وَرَحْمَةٌ، ثُمَّ يَكُوْنُ أَمَارَةٌ وَرَحْمَةٌ، ثُمَّ يَتَكَادَمُوْنَ عَلَيْهِ تَكَادُمَ الْحُمُرِ. (رواه الطبراني في المعجم الكبير رقم: ۱۱۱۳۸، مجمع الزوائد للهيثمي ۵/۱۹۳ رجاله ثقات) (اُمت کا ابتدائی معاملہ نبوت اور رحمت پر مشتمل ہے، بعد اَزاں رحمت آمیز خلافت ہوگی، اور اُس کے بعد رحمت والی امارت ہوگی۔ بعد اَزاں لوگ حکومت کے لئے گدھوں کی طرح ایک دوسرے کو کاٹ کھانے دوڑیں گے)

اور سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اِرشاد فرمایا کہ:

لِلّٰه درُّ ابن هند (معاوية بن أبي سفيانؓ) وَلِيَنَا عشرين سنةً فما آذانا على ظهر منبر ولا بساطٍ صيانةً منه لعرضه وأعراضنا، ولقد كان يُحسن صلتنا ويقضي حوائجنا. (كتاب جمل من أنساب الأشراف للبلاذري ۵/۹۱ دار الفكر بيروت، ومثله في بدر الليالي شرح بدء الأمالي / للشيخ المفتى رضاء الحق ۲/۹۹ إدارة الصديق ڈابهيل) (اللہ ہی کے لئے ہے ابن ہند (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کی خوبی، وہ ہمارے اوپر ۲۰ رسال حاکم رہے، پس اُنہوں نے نہ تو منبر پر بیٹھ کر ہمیں تکلیف پہنچائی اور نہ بستر پر بیٹھ کر، جس سے اُن کی عزت بھی محفوظ رہی اور ہماری

بھی، وہ ہمارے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے اور ہماری ضرورتیں پوری کرتے تھے)

وأول ملوك المسلمين معاوية رضي الله عنه، وهو خير ملوك المسلمين؛ لكنه إنما صار إمامًا حقًا لما فوّض إليه الحسن ابن علي رضي الله عنهما الخلافة. (شرح العقيدة الطحاوية لابن أبي العز الدمشقي ص: ٣٩٦ مؤسسة المختار القاهرة) (اور مسلم بادشاہوں میں سب سے پہلا نام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے، وہ مسلمانوں کے بہترین بادشاہ تھے؛ تاہم وہ اُس وقت اِمام برحق بنے جب سیدنا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے اُن کو خلافت سونپ دی)

وبعد نزول الحسن لمعاوية اجتمع الناس عليه، وسمي ذلك العام "عام الجماعة" ثم لم ينازعه أحدٌ من أنه الخليفة الحق من يومئذٍ. (تطهير الجنان واللسان / لابن حجر الهيثمي ص: ٢٢) (اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری کے بعد سب لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر متفق ہوگئے، اور اِس سال کو "عام الجماعۃ" یعنی اتحاد کا سال قرار دیا گیا، اور اُس کے بعد کسی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جھگڑا نہیں کیا؛ کیوں کہ اُس وقت سے آپ حاکم برحق بن گئے تھے)

اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن:

(۸) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اَزواجِ مطہرات دنیا کی افضل ترین خواتین ہیں، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُنہیں ہر قسم کی ظاہری اور باطنی گندگی سے پاک قرار دیا ہے۔

اِرشادِ خداوندی ہے:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾

[الاحزاب، جزء آیت: ٣٣] (اے اہل بیت! بے شک اللہ تعالیٰ تم سے گندگی کو دور کرنے اور تمہیں اچھی طرح پاک وصاف کرنے کا اِرادہ فرماتے ہیں)

(۹) اَزواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن میں سے کسی بھی زوجہ (بشمول اُم المؤمنین

سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کے بارے میں بہتان تراشی اور طعن وتشنیع کرنے والے دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت اور بڑے عذاب کے مستحق ہیں۔

اُن کے متعلق اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ [النور: ۲۳] (بے شک جو لوگ پاک باز، بھولی بھالی مؤمن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کے مستحق ہیں، اور اُن کے لئے بڑا عذاب ہے)

﴿وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِیْمٌ﴾ [النور، جزء آیت: ۲۶] (اور صاف ستھری عورتیں صاف ستھرے مردوں کے لئے ہیں، اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں، اور یہ لوگ اُن الزامات سے بری ہیں جو (شری لوگ) اُن کے بارے میں کہتے ہیں، اُن (پاکیزہ لوگوں) کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ہے)

اہلِ بیت کرام رضی اللہ عنہم:

(۱۰) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت سے مراد آپ کی تمام اَزواجِ مطہرات ؓ نیز تینوں صاحب زادے (سیدنا حضرت قاسم، سیدنا حضرت عبد اللہ اور سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہم) اور چاروں بناتِ طیبات (سیدتنا حضرت زینب، سیدتنا حضرت رقیہ، سیدتنا حضرت اُم کلثوم، سیدتنا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہن) بشمول سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ وحضرات حسنین رضی اللہ عنہما ہیں، اور سب قابل تکریم ہیں۔

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا﴾ [الاحزاب، جزء آیت: ۳۳] (اے اہل بیت! بے شک اللہ تعالیٰ تم سے گندگی کو دور کرنے اور تمہیں اچھی طرح پاک وصاف کرنے کا اِرادہ فرماتے ہیں)

اِس آیت مبارکہ میں ''اہل بیت'' کے ضمن میں اَزواجِ مطہرات تو داخل ہیں ہی؛ ساتھ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریبی اعزاء بھی شامل ہیں۔ چناں چہ ایک روایت میں ہے کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی، تو آپ اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں

تشریف فرما تھے، تو پیغمبر علیہ السلام نے حضرت سیدہ فاطمہ اور حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہم کو بلوایا، اور اُن سب کو اپنی چادر کے اندر لے لیا، اور سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ کے پیچھے تھے، اُن کو بھی چادر میں شامل فرمالیا، اور پھر یہ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ أَھْلُ بَیْتِي فَأَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیرًا. (اے اللہ! یہ سب میرے اہل بیت ہیں، پس آپ اُن سے ہر طرح کی گندگی کو دور فرمادیجئے، اور اُنہیں اچھی طرح پاک اور صاف فرمادیجئے) تو یہ سن کر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میں بھی اُن کے ساتھ شامل ہوں، تو پیغمبر علیہ السلام نے اُن سے فرمایا: ’’أَنْتِ عَلیٰ مَکَانِكِ وَأَنْتِ عَلیٰ خَیْرٍ‘‘. (سنن الترمذي / تفسیر سورة الاحزاب ۱۵٦/۲ رقم: ۳۲۰۵) (تم تو اپنی جگہ پر ہو (یعنی پہلے ہی سے اہل بیت میں شامل ہو) اور تم خیر پر ہو) (مستفاد: تحفۃ الاحوذی بشرح جامع الترمذی/ ابواب التفسیر)

اِسی بات کی تائید مسلم شریف کی ایک روایت سے ہوتی ہے، جس میں یہ ہے کہ حصین ابن سبرہؒ نے صحابیِ رسول سیدنا حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ: ’’حضرت یہ بتائیے کہ حضور کے اہل بیت کون ہیں؟ اور کیا اَزواجِ مطہرات اہل بیت میں شامل نہیں ہیں؟‘‘ تو حضرت زیدؓ نے جواب دیا کہ ’’اَزواجِ مطہرات بھی اہل بیت میں ہیں؛ لیکن (اِس حدیث میں) اہل بیت سے مراد حضور کے خاندان کے وہ لوگ ہیں، جن کے لئے زکوٰۃ لینا حرام قرار دیا گیا ہے ...... الخ‘‘۔ (مسلم شریف/ کتاب فضائل الصحابۃ ۲/ ۲۷۹ حدیث: ۲۴۰۸)

اِس کی شرح فرماتے ہوئے حضرت اِمام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ’’گھر میں ساتھ رہنے کے اعتبار سے اَزواجِ مطہرات اہل بیت میں داخل ہیں، جن کا احترام ہر مسلمان پر لازم ہے؛ البتہ زکوٰۃ کی حرمت کے معاملے میں اَزواجِ مطہرات کا حکم حضور کے دیگر نسبی قرابت رکھنے والے اہل بیت سے مختلف ہے‘‘۔ (مستفاد: شرح النووی علی مسلم ۲/ ۲۸۰ تحت رقم: ۲۴۰۸، تحفۃ الاحوذی بشرح جامع الترمذی تحت رقم: ۳۲۰۵)

(۱۱) سبھی اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت رکھنا اور اُن کے ساتھ عقیدت واحترام کا معاملہ کرنا اِیمان کا ایک اہم تقاضا ہے۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس کی بہت

تاکید فرمائی ہے، اور اہل بیت سے بغض رکھنا، یا اُن کی شان میں بے اَدبی اور گستاخی کرنا سراسر گمراہی اور نفاق کی علامت ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجۃ الوداع سے واپسی میں ''غدیرِ خم'' کے مقام پر خطاب کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

وَأَنَا تَارِكٌ فِيْكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ، فِيْهِ الْهُدىٰ وَالنُّوْرُ، فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ، فَحَثَّ عَلىٰ كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِيْهِ. ثُمَّ قَالَ: وَأَهْلُ بَيْتِيْ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ، أُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِيْ أَهْلِ بَيْتِيْ الخ. ...... (صحيح مسلم، فضائل الصحابة / باب فضائل علي بن أبي طالب رضي الله عنه ۲۷۹/۲ رقم: ٦١٨١) (اور میں تمہاری درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں، اُن میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے، جس میں ہدایت اور روشنی ہے؛ لہٰذا اللہ کی کتاب کو لے کر مضبوطی سے پکڑو؛ پس آپ نے کتاب اللہ پر ثابت قدم رہنے کی بہت ترغیب دی، پھر اِرشاد فرمایا کہ: ''اور میرے اہل بیت (کو چھوڑ کر جارہا ہوں) میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں، یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ اِرشاد فرمایا (یعنی اللہ کو حاضر وناظر جان کر اُن کی قدردانی کرنا)

اِس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو عظیم الشان چیزوں کا تذکرہ فرمایا: (۱) کتاب اللہ (۲) اہل بیت۔ پس کتاب اللہ کو تو مضبوطی سے پکڑے رہنے کی تاکید فرمائی، جب کہ اہل بیت کے بارے میں قدردانی، فضیلت اور اُن کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا۔ (تکملۃ فتح الملہم، فضائل الصحابۃ/ باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ۱۰۵/۵ تحت رقم: ٦١٨١ کراچی)

نیز نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اِرشاد ہے:

أَحِبُّوْا اللّٰهَ بِمَا يَغْذُوْكُمْ مِنْ نِعَمِهٖ وَأَحِبُّوْنِيْ بِحُبِّ اللّٰهِ، وَأَحِبُّوْا أَهْلَ بَيْتِيْ بِحُبِّيْ. (سنن الترمذي / أبواب المناقب ۱۹۹/۲) (اللہ سے محبت رکھو اُن نعمتوں کی وجہ سے جو اُس نے تمہیں عطا فرمائی ہیں، اور مجھ سے محبت رکھو اللہ سے محبت کی وجہ سے، اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو)

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود روایت فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ: **''لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ''.** (صحيح مسلم رقم: ۱۳۱) (یعنی علی! تم

سے صرف اِیمان والا شخص ہی محبت رکھے گا، اور منافق آدمی ہی تم سے بغض رکھے گا)

اور ایک موقع پر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں فرمایا:

فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّيْ، فَمَنْ أَغْضَبَهَا فَقَدْ أَغْضَبَنِيْ. (صحيح البخاري ۵۳۲/۱)

(فاطمہ میرے بدن کا ٹکڑا ہیں، جس نے اُنہیں غصہ دلایا اُس نے مجھے ناراض کیا)

اور خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدتنا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَرَابَةُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ. (صحيح البخاري رقم: ۳۷۱۲) (اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قرابت والوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا مجھے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کے مقابلے میں زیادہ پسند ہے)

خلاصۂ کلام:

درج بالا اِشارات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف یہ ہے کہ بلاکسی اِمتیاز کے تمام ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حسن ظن رکھا جائے، اور کسی بھی صحابی کے بارے میں گستاخی اور بے اَدبی سے پوری طرح پرہیز کیا جائے، اور جو لوگ نعوذ باللہ صحابہ کرام یا اہل بیت رضی اللہ عنہم کی شان میں بدزبانی کرتے ہیں، یا اُن کی طرف غلط باتیں منسوب کرتے ہیں، اُن سے پوری طرح برأت ظاہر کی جائے۔ یہی اَکابر علماء اہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ موقف اور نظریہ ہے، جسے ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ (مستفاد: عقائد اہل السنۃ والجماعۃ ۱۷۷-۱۸۸ فرید بک ڈپو دہلی)

چناں چہ اسلامی عقائد کے بارے میں مشہور اور مستند کتاب ''العقیدۃ الطحاویہ'' میں صاف الفاظ میں تحریر ہے:

ونُحب أصحاب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وعلىٰ آله وسلم ولا نفرط في حب أحد منهم، ولا نتبرأ من أحد منهم، ونُبغض من يُبغضهم، وبغير الخير يذكرهم، ولا نذكرهم إلا بخيرٍ، وحبهم دينٌ وإيمان وإحسانٌ، وبغضهم كفر ونفاق وطغيانٌ. (العقيدة الطحاوية مع شرح القاضي علي ابن أبي العز الدمشقي ص: ۳۸۲ مؤسسة المختار القاهرة) (یعنی ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبھی صحابہ سے محبت کرتے ہیں، نہ تو اُن میں

سے کسی کی محبت میں حد سے آگے بڑھتے ہیں اور نہ کسی سے برأت ظاہر کرتے ہیں۔ اور جو لوگ بھی صحابہ سے بغض رکھیں یا اچھائی کے بغیر اُن کا ذکر کریں، تو ہم ایسے لوگوں سے بغض رکھتے ہیں، اور ہم صحابہ کا صرف اچھائی کے ساتھ ہی ذکر کرتے ہیں۔ صحابہ سے محبت رکھنا دین، ایمان اور احسان ہے۔ اور اُن سے بغض رکھنا کفر، نفاق اور سرکشی ہے)

اور مشہور شارحِ حدیث علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واتفق أهل السنة علىٰ وجوب منع الطعن علىٰ أحد من الصحابة بسبب ما وقع لهم من ذلك، ولو عرف المحق منهم؛ لأنهم لم يقاتلوا في تلك الحروب إلا عن اجتهاد، وقد عفا اللّٰه تعالىٰ عن المخطئ في الاجتهاد؛ بل ثبت أنه يؤجر أجرًا واحدًا، وأن المصيب يوجر أجرين. (فتح الباري لابن حجر / كتاب الفتن ٤٢/١٦ رقم: ٧٠٨٣ بيروت) (اہل سنت کا صحابہ کے درمیان پیش آمدہ واقعات کی بنیاد پر اُنہیں طعن و تشنیع نہ کرنے کے واجب ہونے پر اتفاق ہے؛ اگرچہ اُن میں سے کسی کے حق پر رہنے کا علم بھی ہو جائے؛ اِس لئے کہ اُنہوں نے اُن جنگوں میں صرف اجتہاد کی بنیاد پر قتال کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں غلطی کرنے والے سے درگذر فرمایا ہے؛ بلکہ یہ بات ثابت ہے کہ اُسے اکہرا اَجر ملے گا، اور صحیح اجتہاد کرنے والے کو دوہرا اَجر ملے گا۔

اور مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ’’اور جو کچھ اُن (صحابہؓ) کے درمیان لڑائی جھگڑے واقع ہوئے ہیں؛ سب بہتر حکمتوں اور نیک گمانوں پر محمول ہیں، وہ حرص و ہویٰ اور جہالت سے نہ تھے؛ بلکہ وہ اجتہاد اور علم کی رُو سے تھے۔ اور اگر اُن میں سے کسی نے اجتہاد میں خطا کی ہے، تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک خطا کار کے لئے بھی ایک درجہ ہے، اور یہی افراط و تفریط کے درمیان سیدھا راستہ ہے، جس کو اہل السنۃ والجماعۃ نے اختیار کیا ہے‘‘۔ (مکتوباتِ امام ربانی ۱/۱۳۴ المکتوب: ۵۹، بحوالہ: بدر اللیالی ۲/۱۴۵ اِدارۃ الصدیق ڈابھیل گجرات)

اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ’’صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں جو آیات وارد ہیں؛ وہ قطعی ہیں۔ اور جو احادیث صحیحہ اُن کے متعلق وارد ہیں، وہ اگرچہ ظنی ہیں؛ مگر اُن کی اسا اِس قدر قوی ہیں کہ تواریخ کی روایات اُن کے سامنے ہیچ ہیں؛ اِس لئے اگر کسی تاریخی روایت میں اور آیات و احادیث صحیحہ میں تعارض واقع ہوگا، تو تاریخ کو غلط کہنا ضروری ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں صحاح میں خصوصی متعدد روایات موجود ہیں، مثلاً: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا فرمانا: ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا''. (سنن الترمذي ۲۲۵/۲) (اے اللہ! تو معاویہ کو ہدایت یاب اور ہادی بنادے) اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اُن کے تفقہ کا اقرار کرنا وغیرہ۔ اِس لئے اگر تاریخ کوئی واقعہ اِن روایات کے خلاف پیش کرے گی، تو تاریخ کی تغلیط ضروری ہوگی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگرچہ معصوم نہیں ہیں؛ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے اُن کی روحانی اور قلبی اِس قدر اِصلاح ہوگئی ہے، اور اُن کی نسبت باطنیہ اِس قدر قوی ہوگئی ہے کہ مابعد کے اولیاء اللہ سالہا سال کی ریاضتوں سے بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اِجماعِ اُمت ہر ہر صحابہ کی اَفضلیت کا بعد والوں پر ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا کہ ''عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا معاویہ (رضی اللہ عنہما)؟'' تو فرمایا کہ: ''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اُس گھوڑے کی نتھنوں کی خاک جس پر سوار ہوکر اُنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ہے، عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے افضل ہے''۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ۲۳۲/۱، فتاویٰ شیخ الاسلام ۱۵۷، ومثلہ فی: الصواعق المحرقۃ ۳۲۱ عن عبداللہ بن المبارک)

اِس لئے تمام اہل اِیمان بالخصوص خانوادۂ سادات اور اہل بیت نبوت سے نسبی تعلق رکھنے والے حضرات کا یہ فرض ہے کہ وہ کسی بھی صحابی کے بارے میں ہرگز بدگمانی نہ رکھیں۔ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق کسی منفی اور گمراہ کن تبصرے سے متأثر ہوکر اپنی عاقبت خراب نہ کریں؛ بلکہ اُن کے بارے میں اپنے علماء اہل سنت کے بیان کردہ معتدل موقف پر پوری مضبوطی سے قائم رہیں۔

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً، اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ [آل عمران: ۸] (اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت سے نوازنے کے بعد ہمارے دلوں کو زیغ (کجی) میں مبتلا مت فرمایئے، اور ہمیں اپنی طرف سے خاص رحمت سے سرفراز فرمایئے، بے شک آپ بہت عطا فرمانے والے ہیں) آمین یارب العالمین۔ فقط واللّٰہ ولي التوفیق

کتبہ وجمعہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ خادم مدرسہ شاہی مرادآباد

۱۵/۲/۱۴۴۲ھ مطابق ۳/۱۰/۲۰۲۰ء

فرقۂ ناجیہ کا مصداق

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلىٰ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلىٰ ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً. قَالُوْا: مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ. (سنن الترمذي / باب ما جاء في افتراق هذه الأمة رقم: ٢٦٤١) (وفي روايةٍ: عن معاويةؓ ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَوَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ. (مشكاة المصابيح ٣٠/١، سنن أبي داؤد / باب شرح السنة رقم: ٤٥٩٧) (یعنی بنی اسرائیل ۷۲ر فرقوں میں بٹے اور میری اُمت ۷۳ر فرقوں میں تقسیم ہوگی، جن میں سے ایک کے سوا سب جہنم کے مستحق ہوں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ''وہ (ایک نجات پانے والا) فرقہ کون سا ہوگا؟'' تو پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''وہ لوگ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوں گے''۔ (اور حضرت معاویہؓ کی روایت میں ہے) کہ: ''۷۲ر فرقے جہنمی ہوں گے اور ایک فرقہ جنتی ہوگا جو 'جماعت' والا ہے''۔ (یعنی قرآن وسنت اور اجماعِ اُمت پر قائم ہے)

اِس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرماتے ہوئے مسلمانوں کو اِس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ مختلف گمراہ فرقوں میں بٹ کر گمراہی سے بچیں! اور اس کا یہی طریقہ ہے کہ صرف فرقہ ناجیہ (نجات پانے والی جماعت) کے عقائد واَعمال اپنا کر ''اُمت واحدہ'' بن جائیں، اور دوسرے فرقوں سے برأت کا اظہار کریں، ورنہ وہ اُن کو دوزخ کا مستحق بنا دیں گے۔

یہی مضمون قرآنِ کریم کی درج ذیل آیت کریمہ میں اِرشاد فرمایا گیا: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ [آل عمران، جزء آيت: ١٠٣] (مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلے کو (یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کو جس میں اصول وفروع سب آگئے) اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو) (بیان القرآن) اس طرح ملت اسلامی کا شیرازہ خود بخود منظّم ہوجائے گا، جیسے کوئی جماعت ایک رسی پکڑے ہوئے ہو تو پوری جماعت ایک جسم واحد بن جاتی ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن)

خلاصہ یہ کہ ہر مسلمان مرد وعورت قرآنِ کریم پر عمل کرنے والا بن جائے، یہ نہیں ہونا چاہئے کہ کوئی قرآن کے احکام پر عمل کرے اور کوئی نہ کرے، اِس آیت کا یہ مطلب سمجھنا غلط ہے کہ بدعملی اور عقیدہ کی خرابی کے باوجود مسلمانوں کو باہم متحد ہونے کا حکم دیا جائے؛ بلکہ مقصود یہ ہے کہ سب کو ''راہِ نجات'' پر متفق ہونے کی دعوت دی جائے، اور راہِ نجات وہی ہے جس کو مذکورہ حدیث میں ''مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ'' اور ''الجماعة'' سے تعبیر کیا گیا ہے، واللہ الموفق۔

(اِفادات: حضرت اَقدس مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری مدظلہم اُستاذ حدیث دارالعلوم دیوبند)